Fikr-e-Iqbal
Vol 2 No 1, 2025

فکرِاقبال

Religious Tolerance and Harmony in the Context of Iqbal's Thought

فکرِ اقبال کے تناظر میں مذہبی رواداری اور ہم آہنگی

Abu Junaid Inayat Ali
Researcher
Correspondence: farooqbaig77@gmail.com

Abstract

This article explores the role of religion as a dynamic force in human civilisation, moving beyond mere rituals to provide a comprehensive spiritual and social framework (Deen). The author posits that the modern crisis of spiritual void and "organised materialism" can only be rectified by a religious thought-system that subordinates matter to spirit, providing the soul with unity and tranquillity.

A significant portion of the paper is dedicated to Allama Iqbal's vision of Islamic universalism. The author contrasts the Islamic concept of the "Unity of Man" (Millat-e-Adam) with the secular "League of Nations," arguing that the former offers a superior ethical foundation for global peace. Through an analysis of Iqbal's poetry (notably Zarb-e-Kaleem and Javid Nama) and his 1930 Allahabad Address, the article highlights the poet-philosopher's commitment to human dignity (Ihteram-e-Adam), tolerance, and the protection of non-Muslim rights as divinely mandated duties.

The study further discusses the Quranic "Triad of Civilisation"—Book (Knowledge), Balance (Justice), and Iron (Power)—emphasising that global stability requires a synthesis of these elements. It concludes that genuine inter-faith harmony is achievable by focusing on "common terms" (Kalimatun Sawa) between religions, advocating for a world where humanity is viewed as a single family (Khalq-ullah), free from the shackles of racial, linguistic, and sectarian prejudice.

Keywords:
Allama Iqbal, Universal Humanism, Inter-faith Harmony, Islamic Civilisation, Human Dignity, Post-materialism, Global Peace.

Received: 15-10-2025 **Accepted:** 03-12-2025 **Online:** 31-12-2025

Licensed under CC BY-NC 4.0 (Non-Commercial, Attribution).
2025 [Author]. All rights reserved.

مذہب زندگی کی متحرک اور زندہ قوت ہے۔ یہی وہ قوت ہے جو تاریخی ارتقا کے عمل میں انسانوں کو تہذیب آشنا کرنے میں کردار ادا کرتی ہے۔ یہ صرف اعتقادات وعبادات کا نام نہیں بلکہ یہ اپنے اندر ایک مربوط نظام رکھتا ہے جسے اِسلام دین

کا نام دیتا ہے۔ لیکن اِسے اگر دُنیوی اور اُخروی زندگی کے الگ الگ خانوں میں تقسیم کر دیا جائے تو نتیجہ خرابی ہی نہیں بلکہ اس کے خاتمہ کی صورت میں سامنے آئے گا۔

علامہ اقبال کے خیال میں منظم مادیت انسان کی توانائیوں کو کچل رہی ہے۔ اس باطنی اور روحانی خلا کو پُر کرنے کے لیے جدید انسان نت نئے نظریات کی طرف گامزن ہے لیکن اِن سے بھی کوئی روحانی سکون حاصل نہیں ہو رہا۔ دراصل روحانی سر بلندی کے لیے کسی روحانی نظامِ فکر کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت صرف مذہب ہی پوری کر سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے مادیت اس کے تابع ہو جائے گی کیونکہ مادہ انسان کو کثرت میں اُلجھا دیتا ہے اس کے مقابلے میں رُوحانیت اسے نورانیت، وحدت، یکسوئی اور قناعت پسندی عطا کرتی ہے۔

علامہ اقبال کے نزدیک اسلام کسی رسمی اور رواجی مذہب کا نام نہیں بلکہ یہ تاریخ عالم میں نمو پانے والے رسمی و روایتی مذاہب کے برعکس ایک ایسے روّیے کا نام ہے جو انسان کو دوسرے انسان کی غلامی سے نجات دلاتا ہے، انہیں گناہوں کا پُتلا اور بُرا نہیں سمجھتا۔ اسے فطرت یا کائنات کے تابع نہیں سمجھتا بلکہ اس میں اتنی خود اعتمادی اور جرأت پیدا کرتا ہے کہ :

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر (۱)

انسانی مساوات میں امن و سکون کے لیے نبیِؐ رحمت ؐ نے ارشاد فرمایا۔ "اگر ایک حبشی غلام کو بھی تم پر حاکم بنا دیا جائے تو اُس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔" اس فرمان کا مقصد اطاعتِ امیر کے علاوہ معاشرہ کا امن و سکون برقرار رکھنا ہے۔ انسانیت کی وحدت اقوامِ عالم کی انجمنیں بنانے سے بھی بڑا ادارہ ہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد بیسویں صدی میں جب لیگ آف نیشنز (جمعیّتِ اقوام) قائم ہوئی اور جس کا مرکزی دفتر جینوا میں تھا تو علامہ نے اپنی نظم "مکہ اور جینوا" میں وحدتِ آدم کا پیغام دیا۔ اقبال نے بتایا کہ جسے آج کا انسان جمعیّتِ اقوام کی وحدت کا نام دے رہا ہے یہ اُس تصور سے بہت کم ہے جو اسلام نے ڈیڑھ ہزار سال قبل جمعیتِ آدم کے نام سے دیا تھا۔

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام پوشیدہ نگاہوں سے ہی واحدت آدم
تفریق مِلل حکمت افرنگ کا مقصود اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم
مکے نے دیا خاکِ جینوا کو یہ پیغام جمعیتِ اقوام کہ جمعیت آدم

پھر ان اقوام کی نیت کے کھوٹ کو پہچانتے ہوئے مزید فرمایا :

من از بیش نہ دانم کہ کفن وزدے چند

بہر تقسیم قبور انجمنے، ساختہ اند (۳)

(مَیں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ کچھ کفن چوروں نے قبروں کو آپس میں بانٹنے کے لیے ایک انجمن بنالی ہے)

وحدتِ انسانیت اور معاشرتی امن و سکون کا قیام تحمل و برداشت کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ تحمل جہاں افراد اور معاشرہ کے درمیان مطلوب ہے وہاں ایک مذہب اور دوسرے مذہب کے درمیان بھی انتہائی ضروری ہے۔ باہمی تعاون اور برداشت کی ایک سطح تو وہ ہے جس کا مظاہرہ ایک معاشرے کے افراد کرتے ہیں۔ دوسری سطح وہ ہے جس کا مظاہرہ بین الاقوامی سطح پر مطلوب ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں :

"انسانی معاملات اور ربط و ضبط یعنی تہذیب و تمدن اور عمران و اجتماع کی دنیا میں میں اسلام
اور غیر اسلام میں تفریق نہ کی جائے کیونکہ یہ نہ صرف اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ
اس کی حقیقی روح کے بھی منافی ہے۔"(۴)

تحمل، برداشت، عفو درگزر کا سرچشمہ احترامِ آدم ہے۔ سورہ الرحمٰن پر غور و فکر کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کائنات کا نظام رحمت کے اصول پر چل رہا ہے۔ سید الانبیاء ﷺ کا فرمان ہے کہ "خیر الناس من ینفع الناس"(۵) یعنی "لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے" جب کہ اٹھارویں صدی کے بے دین سائنسدانوں نے اسلام کے اس نظریہ رحمت و یگانگت کے بالکل اُلٹ نظریہ پیش کیا کہ "بقا صرف طاقتور کے لیے ہے۔" یورپی حکمرانوں کو یہ نظریہ بہت پسند آیا۔ اُنہوں نے کہا یورپ کیونکہ سب سے زیادہ طاقتور ہے اس لیے انہیں دُوسرے ملکوں پر قبضہ کرنے اور انہیں غلام بنانے کا حق حاصل ہے۔ یوں انہیں ظلم کرنے کا اخلاقی جواز مل گیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

سابق امریکی صدر باراک اوبامہ نے ۴/ جون ۲۰۰۹ء کو قاہرہ یونیورسٹی میں عالم اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے مغرب اور اسلام کے درمیان پائے جانے فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کی اور مغرب کی نسبت عالم اسلام کے خیالات اور عالم اسلام کی نسبت مغرب کے خیالات ورویوں کا تجزیہ کیا۔ اور مشرق و مغرب کو قریب لانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مگر اس کے لیے جو عملی اقدامات ہونا چاہئیں وہ مفقود ہیں۔(۶)

علامہ اقبال اسلام کے مبلغ ہیں لیکن ایسے مبلغ نہیں جنہوں نے بند آنکھوں سے اِسلام قبول کیا ہو۔ وہ ہر گروہ کو یہ حق دینا چاہتے ہیں کہ اپنی تہذیبی روایات کے مطابق آزادی سے زندگی گزارے۔ مساوات، انسانی اخوت کا درس اسلام ہی نے دُنیا کو دیا ہے، علامہ کہتے ہیں کہ میرا مقصد سیاسی نہیں بلکہ اخلاقی ہے مَیں کہتا ہوں کہ صرف مسلمان نہیں بلکہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے

اور انسان کی نجات مساوات میں ہے۔ رنگ و نسل کا تصور انسانیت کے اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اور اسلام اس کا سب سے بڑا مخالف ہے۔ تحریر ہو یا تقریر دونوں میں یہ بات مد نظر ہونی چاہئے کہ گروہ بندیاں، فرقہ ورانہ سرگرمیاں اور دوسروں کی دِل آزاری کے سامان بنی نوع انسان کی خدمت نہیں، اس کے مقابلے میں تحمل، برداشت، انسانی روابط میں قربت زیادہ ضروری ہے۔ فرماتے ہیں :

چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامہ محشر یہاں　　　وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے　　　دیکھ! کوئی دِل نہ دُکھ جائے تری تقریر سے (۷)

اسلام کا آغاز تخلیقِ آدم کے ساتھ ہی ہو گیا تھا اور اس عالمگیر تصور کو مختلف انبیاء اپنے اپنے ادوار میں وسعت دیتے رہے۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہوئے ہیں انہوں نے عالمگیر اخوت کا پرچار کیا مگر بعد میں جن مصلحین نے مذہب کی وحدت کو توڑا اُنہوں نے دراصل انسانی وحدت کو توڑا اور اسے قوموں اور خطوں میں محصور کر دیا۔ اللہ کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں بتایا گیا ہے :

ترجمہ: ”تمام انسان نفسِ واحدہ سے پیدا کیے گئے ہیں اس لیے بنی نوع انسان کی حیثیت جسدِ واحدہ ہے۔ کسی ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔“(۸)

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے :

ترجمہ: ”اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کو تم حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔“(۹)

اس تصور کے نتیجے میں انسان خدا کا کنبہ قرار پائے۔ ایک انسان کا دُکھ پوری انسانیت کا دُکھ اور ایک انسان کی خوشی سب کی خوشی۔ علامہ اقبال کے نزدیک بھی اسلام ہی، اخوت و محبت اور حریت و مساوات کی ترجمانی کا واحد عملی ذریعہ ہے۔ فرماتے ہیں :

حرفِ بد را بر لب آوردن خطا است
کافر و مؤمن ہمہ خلقِ خدا است (۱۰)

خطبہ الہ آباد میں علامہ اقبال فرماتے ہیں :

”جو فرقہ دُوسروں کے لیے بدخواہی کے جذبات رکھتا ہو وہ پنچ اور ذلیل ہے۔ مَیں دوسری قوموں کے رسوم قوانین، معاشرتی اور مذہبی اداروں کا بے حد احترام کرتا ہوں، یہی نہیں بلکہ قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق ضرورت پڑے تو ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی میرا فرض ہے۔“(۱۱)

آدمیّت احترامِ آدمی　　باخبر شو از مقامِ آدمی!
کفر و دیں را گیر در پہنائے دل　　دل اگر بگریزد از دل، وائے دل!
گرچہ دل زندانی آب و گِل است　　ایں ہمہ آفاق آفاقِ دل است !(۱۲)

ترجمہ: ”آدمیت انسانوں کے احترام کا نام ہے اگر انسانی شرف کا احترام نہیں تو پھر آدمیت بھی نہیں۔ کفر اور دِین کو اپنے دل کی گہرائی میں رکھ۔ اس دل پر افسوس ہے جو دلوں سے گریز کرنے والا ہو۔ اگر چہ دِل آب و گل کے زنداں میں قید ہے۔ مگر اس کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ سارا آفاق اِس کے زیرِ نگیں ہے۔“

تمام دنیا کو ایک کنبہ قرار دینے والے دِین اور اس کے رسول نے ایک اِسلامی مملکت میں اہلِ اسلام کے ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی حفاظت کی ذِمہ داری بھی قبول کی۔ نجران کے عیسائیوں کے وفد نے جب مسجدِ نبوی میں مذاکرات کیے اور اپنی عبادت کے لیے جگہ دریافت کی تو نبی محترمؐ نے مسجد کے ایک کونے میں انہیں عبادت کی اِجازت دے دی۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی املاک کا ذِمہ لیا۔ جس کا مظاہرہ آپ کے پیروکاروں کی حکومتوں میں بھی دیکھا گیا۔ اس کا اعتراف برٹرنیڈرسل جیسے مذہب دشمن نے بھی
اِن الفاظ میں کیا ہے :

"The empire of caliphs was much kinder to Jews and Christians than the Christian states were to the Jews and the Muhammadans. It left the Jews and the Christians unmolested provided they paid tribute." (13)

”صنعا کے چرچ میں وہ چارٹر آج بھی آویزاں ہے جس سے رسولِ رحمت ﷺ نے چرچ کی حفاظت کی گارنٹی دی تھی۔ اس کی تحریر کوفی خط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہے۔“(۱۴)

خالق ارض وسماء نے سورہ الحدید (آیت ۵۲) میں ایک متوازن اور مثالی معاشرہ یا تمدن کی تشکیل کے تین امتیازات کتاب، ترازو اور آہن (لوہا) بتائے ہیں۔ (۵۱) کتاب سے مراد تمدن، معرفت اور علم ہے۔ ترازو سے مراد برابری، انصاف اور عدالت ہے۔ آہن (لوہا) ایک سمبل ہے مضبوط معیشت وصنعت، فوجی طاقت اور قوت کا۔ وہ معاشرہ جس میں تینوں چیزیں اس ترتیب سے نہ ہوں، ناپائدار ہوتا ہے۔ ان میں پہلا درجہ کتاب کا ہے۔ کتاب انسانیت کی بنیاد ہے۔ اگر صرف کتاب اور آہن (لوہا) ہوں تو لوہا (طاقت و قوت) کتاب کو پارہ پارہ کرے گا۔ اگر سازش کی جائے تو کتاب کو آہن (لوہے) کا نوکر بنا سکتے ہیں۔ معاشرہ کی اس سے زیادہ وحشت ناک صورت نہیں ہو سکتی۔ دو عالمی جنگیں، عراق، لیبیا، افغانستان، فلسطین، ویت نام، شام وغیرہ کی تباہی اسی سازش کا نتیجہ ہے۔ کتاب اور آہن کے درمیان ترازو کو اسی لیے جگہ دی گئی ہے کہ وہ آہن (لوہے) کو کتاب اور انسان پر حاوی نہ ہونے دے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی معاشرہ میں کتاب اور ترازو دونوں ہوں مگر آہن (لوہا) نہیں تو وہ بھی ضعیف و ناکام رہتا ہے کیونکہ:

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد۔۔۔(۱۶)

اگر ہم قرآن کے آئینے میں دیکھیں تو قرآنی دستور العمل بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے یوں ہے :

"آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں۔ نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں۔"(۱۷)

یہ آیت اس امر کی طرف نشاندہی کرتی ہے کہ توجہ ان امور کی طرف مرتکز ہونی چاہیے جو مشترک ہوں، نہ کہ ان امور کی جانب جو اختلافی ہوں۔ یہ ایک مثبت زاویۂ نظر کی طرف رہنمائی کرنے والی آیت ہے۔ علامہ اقبال نے اس آیت مبارکہ کو یکساں اخلاقی نصاب رکھنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کی دعوت قرار دیا ہے۔ خطبہ الہ آباد میں فرماتے ہیں :

"اسلام نے حقیقت میں پہلا قدم جو انسانیت کے اِتحاد کی طرف اُٹھایا وہ یہی تھا کہ جن لوگوں کا اخلاقی نصب العین ایک جیسا تھا۔ انہیں اتحاد و اتفاق کی دعوت دے۔۔۔ مگر مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگوں اور اس کے بعد مختلف صورتوں سے یورپ کی جارحیت کے باعث دنیائے اسلام میں اس آیت کے لامحدود معانی پر عمل نہ ہو سکا۔"(۱۸)

آج بھی ایک عالمگیر معاشرے کی تشکیل کے لیے یہ آیت بنیاد بن سکتی ہے۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں "محکماتِ عالم قرآنی" میں خلافتِ آدم کے زیرِ عنوان سو باتوں کی ایک بات کہہ دی ہے :

برتر از گردوں مقامِ آدم است
اصلِ تہذیب احترامِ آدم است (۱۹)